مولانا قاری سعید الرحمٰن
رئیس الجامعہ الاسلامیہ راولپنڈی

علاقہ چھچھ کے ایک ولی کامل

(تیرہویں صدی ہجری میں حاجی امداد اللہؒ کے دادا پیر کے ساتھی اخوند جان محمدؒ کا تذکرہ)

علاقہ چھچھ روحانی طور پر بھی زرخیز علاقہ ہے اور ظاہری طور پر بھی سرسبز وشاداب خطہ‘ ہر دور میں علماء وصلحاء کا مرکز رہا ہے۔ کبائر علماء یہاں پیدا ہوتے رہے ہیں اور دینی وروحانی خدمات کی وجہ سے معروف رہے ہیں۔ ماضی قریب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کے اسماء گرامی پورے برصغیر اور علمی حلقہ میں نمایاں ہیں علاوہ ازیں مولانا عبدالحنان صاحب مہاجر مدنیؒ (تاجک) شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحبؒ (مومن پور) شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ (دریا) مولانا عبدالعزیز صاحبؒ (دامان) مولانا عبدالدیان صاحبؒ (دامان) مولانا غلام ربانیؒ (بہبودی) مولانا حبیب الرحمان ناظمؒ (ویسہ) مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (حیدر) یہ حضرات مختلف علمی میدانوں میں کارہائے انجام دے چکے ہیں۔ حمید بھی اس علاقہ میں ایک اہم علمی گاؤں ہے۔ یہاں ماضی قریب میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب حمیدی بزرگ گزرے ہیں جن کا خاندان علمی ودینی طور پر معروف ہے اور علاقہ میں ان کی علمی وروحانی شہریت عوام وروحانی شہرت عوام وخواص میں معروف ہے یہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے متعلقین میں سے تھے اور حضرت مرحوم ان کی وجہ سے حمید تشریف لائے تھے ان کے بیٹے مولانا محمد حسن صاحب ایک عالم دین تھے ان کے بیٹے حافظ محمد مشتاق صاحب مرحوم قاری عبدالسلام مرحوم اور ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب ہیں۔ مولانا حبیب الرحمان صاحب خطیب جامع مسجد کیلیانوالی راولپنڈی‘ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور مولانا غلام مرتضیٰ صاحب لاہور بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

آج سے ڈیڑھ دوسو سال قبل چھچھ اور ہزارہ اپنے جغرافیائی قرب‘ تہذیب وتمدن میں یکسانیت زبان کی وحدت اور علمی وروحانی ہم آہنگی کی وجہ سے سیاسی اور حکومتی اور انتظامی طور پر بھی ایک تھے اس لئے جب اس علاقہ کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جاتی تو چھچھ ہزارہ کہا جاتا‘ پرانے مال کے کاغذات میں بھی ایسا ہی اندراج ہے۔

رسالہ ’’الفرقان‘‘ جو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی ادارت میں لکھنؤ (انڈیا) ۱۳۵۳ء سے نکل رہا ہے اپنے مضامین اور علمی خدمات کی وجہ سے علمی ودینی حلقہ میں ایک وقیع حیثیت رکھتا ہے عرصہ ہوا مولانا نسیم احمد

فریدی امروہی کا سلسلہ مضامین ''قافلہ اہل دل'' کے عنوان سے کئی اقساط میں شائع ہوا۔ اس میں تذکرہ خلفاء حضرت شاہ غلام علی مجددی دھلویؒ کے ضمن میں رسالہ الفرقان نومبر ۱۹۷۶ء میں ایک بزرگ کا ذکر فرمایا ''مولانا اخوند جان محمد ہزاروی'' الفرقان میں ان کے بارے میں یہ مضمون لکھا کہ ''آپ کے والد کا نام خان بہادر تھا' آپ کے دوسرے بھائی کا نام خان محمد تھا' جن کے صاحبزادے مدرسہ انبالہ میں مدرس تھے۔ اخوند جان محمد موضع حمید علاقہ چھچھ ہزارہ (۱) کے باشندے تھے۔ طلب حق اور تلاش مرشد میں سفر کرتے تھے۔ آخر کار حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید (متوفی ۱۲۴۶ھ) کے ہمراہ ہندوستان آئے اور مشائخ وفقرائے عصر سے ملاقات کرتے ہوئے دونوں حضرت شاہ عبدالباری صدیقی چشتی امروہیؒ کی خدمت اقدس میں امروہہ حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالباریؒ نے ان دونوں کے حالات کا مشاہدہ فرما کر شاہ عبدالرحیم صحب کو اپنی خدمت میں رکھا اور بیعت کیا۔ اور اخوند جان محمد صاحب کو مشورہ دیا کہ ان کو حضرت شاہ غلام علیؒ سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ بالآخر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ حضرت شاہ عبدالباری کی خدمت اقدس میں رہ کر مستفیض ہوئے اور پورا سلوک طے کر کے ان کے خلیفہ ہوئے اور اخوند جان محمد حضرت شاہ غلام علیؒ کے مجاز ہوئے اور لوہاری ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۱۲۵۳ء میں انتقال ہوا۔ ۹۶ سال کی عمر پائی اور متصل مسجد عیسٰی شاہ بیر کے درخت کے نیچے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعلیم تھے جو نقشبندی سلسلے میں حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ مدتوں خانقاہ میں رہے مگر بعد کو شاہ احسان علی صاحبؒ قادری پاکپٹنی سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہوگئے تھے اور ان سے خلافت پائی تھی۔ ان شاہ عبدالعلیمؒ کے خلیفہ مولانا نصر اللہ خان خویشگی خورجوی مؤلف تاریخ دکن تھے اور ان کے خلیفہ مولوی فرید احمد غازی پوریؒ مولف درفرید تھے۔ درفرید میں اخوند جان محمدؒ اور ان کے صاحبزادے کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔

علاوہ ازیں مرقومات امدادیہ جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کے افادات کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ ان پر ڈاکٹر نثار احمد فاروقی استاد شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی نے مقدمہ جدید تحریر فرمایا ہے۔

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ایک مورخ' ادیب' نقاد' اور تاریخ و تصوف کے محقق مصنف تھے' ہندوستان کے مشہور علمی و دینی رسالہ ''تعمیر حیات'' کے شمارہ ۱۰' دسمبر ۲۰۰۴ء شوال ۱۴۲۵ھ میں مرحوم کی وفات کی اطلاع کے ساتھ مندرجہ الفاظ میں مرحوم کا ذکر ہے۔ جو مرحوم کی ثقافت اور علمی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی برصغیر ہندو پاک کے ممتاز محقق و دانشور گزشتہ ماہ نومبر ۲۰۰۴ کو دہلی میں مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ حضرت مولانا نسیم احمد صاحب فریدی کے بھتیجا اور دست راست ہونے کے ساتھ عربی' فارسی و اردو کے نامور ادیب و نقاد اور تاریخ و تصوف کے محقق و منصف تھے۔ ''ثقافۃ الھند'' جو حکومت ہند کا عربی ترجمان ہے

کے ایک عرصہ تک ایڈیٹر بھی رہے۔ اور اس کے ذریعہ سے عالم عرب میں ہندوستانی علماء و شخصیات کا تعارف کرانے اور یہاں کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں و خدمات سے واقف کرنے کا کام انجام دیا۔ رابطہ ادب اسلامی عالمی کے سیمیناروں میں شرکت بھی کیا کرتے تھے اور اسکے کسی سیشن کی صدارت کی ذمہ داری بھی انجام دیتے تھے۔ رابطہ ادب اسلامی کے دارالمصنفین اعظم گڑھ میں منعقدہ سیمینار میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنا وقیع مقالہ آپ ہی کی صدارت کے سیشن میں پیش کیا تھا۔ حضرت مولانا سے آپ کو والہانہ لگاؤ اور تعلق اور حد درجہ عقیدت تھی موصوف حضرت مولانا کی شخصیت پر ایک بین الاقوامی سیمینار کا ارادہ بھی رکھتے تھے جو پورا نہ ہوسکا۔ ان کی تصنیفات کے ذخیرہ میں اردو ادب، تصوف اور دینی و روحانی شخصیات سے متعلق کتب زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ خصوصیت سے مشائخ چشت پر ان کا بڑا گراں قدر کام ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔''

رسالہ الفرقان میں اخوند جان محمد صاحبؒ کا ذکر مولانا نسیم احمد فریدی صاحبؒ کے قلم سے تھا اور مرقومات امدادیہ کے مقدمہ میں آپ کے بھتیجے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کے قلم سے ان کا ذکر ہے۔ ذیل میں ان کے قلم سے لکھے ہوئے مضمون سے اخوند جان محمد صاحبؒ کا تذکرہ نقل کیا جارہا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملا اخوند جان محمد صاحبؒ علاقہ چھچھ کے گاؤں حمید سے نکل کر وہ اور ان کے بیٹے اللہ داد یعنی شاہ عبدالعلیم ہندوستان کے خانقاہوں میں پہنچ کر مشائخ چشت کے سلسلۃ الذہب میں شمار ہوئے۔

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے بارے میں تحریر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ابتداء میں شاہ نصیر الدین دہلوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ شیخ نصیر الدین دہلوی حضرت شاہ محمد آفاق مجددی کے خلیفہ و مرید تھے اور مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر دھلوی کے شاگرد و داماد تھے۔ ان سے کچھ اذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اخذ کئے۔ امداد المشتاق (تصنیف مولانا اشرف علی تھانویؒ) کی روایت ہے کہ خرقہ و اجازت سے مشرف ہوئے لیکن یہ استفادہ زیادہ مدت تک جاری نہ رہا، اس زمانہ میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضور سرور ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر ہیں مگر اتنا رعب طاری ہے کہ قدم آگے نہیں بڑھتا۔ اچانک آپ کے جد امجد حافظ محمد تشریف لائے اور انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور اکرمؐ کے دست مبارک میں دے دیا۔ اس وقت ہادی اعظم مرشد اتم ﷺ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے ہاتھ میں ملا دیا۔ آپ نے اس خواب سے پہلے کبھی میاں جیؒ کو دیکھا نہیں تھا۔ بیدار ہو کر بہت سرگرداں رہے کہ یہ کون بزرگ تھے جن سے بیعت کرنے کی ہدایت رسالت مآب ﷺ (روحی فداہ) نے فرمائی۔ یہ عالم کئی سال تک رہا۔ ایک دن مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی جن سے حاجی صاحبؒ نے حصن حصین کا درس بھی لیا تھا۔ خود ہی فرمانے لگے تم پریشان کیوں ہوتے ہو یہاں سے قریب ہی قصبہ لوہاری میں میاں جی نور محمد موجود ہیں ان سے تمہارا مقصود حاصل ہوگا'' آپ نے سواری کے انتظام کا بھی انتظار نہیں کیا اور سخت گرمی میں

تھانہ بھون سے قصبہ لوہاری پہنچ گئے۔

پیادہ روی کی زیادہ عادت نہیں تھی پیروں میں آبلے پڑ گئے۔ لوہاری مظفر نگر کے ضلع میں ایک چھوٹی سی بستی ہے' اس کی ایک مسجد میں میاں جی نور محمدؒ نماز پڑھاتے تھے اور خالی اوقات میں بچوں کو درس دیا کرتے تھے۔ دیکھنے میں بالکل سادہ اور قصباتی وضع کے انسان' مگر اپنے وقت کے بہت بڑے باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت سید احمد شہید رائے بریلی سے بیعت جہاد کی تھی اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید عبدالرحیم ولایتی فاطمی شہید قدس اللہ سرہ العزیز سے خلافت واجازت رکھتے تھے۔

حضرت سید عبدالرحیم ولایتی علاقہ روہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ انہوں نے ایک بار خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دیا اس خواب سے حضرت سید عبدالرحیم ولایتی نے یہ تعبیر لی کہ مجھے ان بزرگ سے بیعت کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس مرشد کی تلاش میں نکل پڑے۔ اس سفر میں ایک اور ساتھی اخوند جان محمد بھی آپ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ افغانستان سے نکل کر سرحد کی خانقاہوں کو دیکھا۔ وہاں سے پنجاب آئے۔ پھر سہارنپور' انبالہ' ساڈھورہ' مظفر نگر وغیرہ کے روحانی مراکز کو دیکھتے ہوئے امروھہ (ضلع مراد آباد) پہنچے۔ یہاں حضرت شہسوار میدان آزادی بندگی شاہ عبدالہادی چشتی متوکل امروھوی قدس اللہ سرہ کی خانقاہ محلہ قریشیاں میں واقع تھی اور اس وقت چشتی نسبت کا سب سے بڑا مرکزِ فیض بنی ہوئی تھی۔ حضرت شاہ عبدالہادی چشتی (متوفی ۴/ رمضان ۱۱۹۰) کا تو انتقال ہو چکا تھا ان کے سجادہ نشین اور پوتے حضرت قیوم زمانی' شاہ عبدالباری چشتی (متوفی ۱۱ شعبان ۱۲۲۶ھ) صدر حیات میں تھے ان سے ملاقات ہوئی تو وہ عصر کی نماز پڑھا کر خانقاہ کی مسجد سے برآمد ہو رہے تھے' حضرت شاہ عبدالرحیم فاطمیؒ نے جیسے ہی آپ کے روئے مبارک پر نگاہ ڈالی تو اپنے خواب کی تعبیر کو مجسم دیکھ لیا اور سفر کی تھکان بھول گئے۔ حضرت شاہ عبدالباری چشتی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں (متوفی ۱۱۹۵ھ) سے خلافت رکھتے تھے اور ان کی طرح بہت نفیس طبع بزرگ تھے۔ گندمی رنگ' بھرا ہوا پرنور چہرہ' مسکراتے ہوئے لب جن سے پانوں کی سرخی جھلکتی تھی بہت نازک تن زیب کا سفید کرتہ' سفید لٹھے کا پاجامہ عطر میں لباس بسا ہوا کندھے پر چار خانے کا رومال پڑا ہوا۔ رہن سہن میں بھی بہت سلیقہ اور نفاست جھلکتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر اخوند جان محمد کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ ''یہ تو درویش سے زیادہ کوئی رئیس آدمی معلوم ہوتے ہیں عطر و پان کا بھی ذوق رکھتے ہیں'' دونوں مہمان تین دن تک خانقاہ میں رہے۔ خانقاہ سے بالکل متصل مسجد تھی (جو آج بھی موجود ہے) پانچوں وقت حضرت شاہ عبدالباریؒ نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لاتے تھے لیکن ابھی تک دونوں مسافروں کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی تیسرے دن آپ بعد نماز ظہر مثنوی مولانا روم کا مطالعہ کر رہے تھے اس وقت کسی خادم سے فرمایا کہ ''جاؤ

اخوند جی سے کہ دو تمہارا حصہ حضرت شاہ غلام علی دھلوی متوفی (۱۸۲۴ء۔۱۲۴۰ھ) کے ہاں ہے اور سید عبدالرحیم فاطمی کو میرے پاس بلالاؤ''

پھر نماز عصر کے بعد حضرت سید عبدالرحیم کو ساتھ لے کر اپنے جد امجد حضرت شاہ عبدالہادی چشتیؒ کی درگاہ میں تشریف لے گئے وہاں بیعت فرمائی۔

اخوند جان محمد [۲] موضع حمید علاقہ چھچھ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد پاکستان (حال ضلع اٹک صوبہ پنجاب پاکستان) کے رہنے والے تھے۔ان کا خاندان نورزئی یا آسمان خیل کہلاتا ہے۔لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ علوی سید تھے ان کے والد [۳] خان بہادر تھا' اخوند جان محمد کے فرزند شاہ عبدالعلیم قادری تھے جو بھوپال میں مدفون ہیں اور نصر اللہ خویشگی خورجوی کے پیرومرشد ہیں [۴]۔مؤخرالذکر نے اپنی کتاب دلکشا میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت لے کر اخوند جان محمد امروہہ سے رخصت ہوئے اور قلعہ غوث گڑھ پہنچ کر نواب ضابطہ خان (فرزند نواب نجیب الدولہ) کے ملازم ہوئے۔ جب مرہٹوں نے ضابطہ خان کو شکست دے کر قلعہ غوث گڑھ کو تاخت و تاراج کیا تو اخوند صاحب وہاں سے نکل کر لوہاری ضلع مظفر نگر آگئے یہاں نورنگ نامی ایک افغان رہتا تھا' اس کو فقراء سے بہت عقیدت تھی اور وہ صاحب حیثیت رئیس تھا اس نے ایک مکان اخوند صاحب کے لئے نذر کیا اس طرح آپ لوہاری میں سکونت پذیر ہو گئے' حضرت شاہ عبدالرحیم فاطمی نے زندگی بھر کیلئے اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالباری چشتیؒ کے قدم پکڑ لئے تھے وہ امروہہ میں مقیم رہے مگر اپنے پرانے ساتھی اخوند جان محمد صاحب سے ملاقات کیلئے کبھی کبھی لوہاری جایا کرتے تھے۔ساڈھورہ' انبالہ' مظفر نگر وغیرہ کی طرف انکے مریدوں کی کافی تعداد تھی۔ یہی سبب ہوا کہ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ نے آپ سے بیعت فرمائی۔

اخوند جان محمد صاحبؒ نے لوہاری میں سکونت اختیار کرنے کے بعد نکاح کیا۔آپ کی اہلیہ بی بی مراد فتح پور ہوہ یا مؤ فرخ آباد کی رہنے والی تھی۔ان کے بطن سے ایک دختر [۵] اور ایک فرزند پیدا ہوا بیٹے کا نام [۶] الہٰ داد رکھا گیا بعد کو حضرت شاہ غلام دھلوی کے ایک مرید شیخ خلیل الرحمان نے (جو خانقاہ کے منتظم بھی تھے) آپ کا نام بدل کر عبدالعلیم رکھ دیا تھا۔ یہ بھی ایک کرامت تھی کیونکہ کئی سال بعد الہٰ داد خان نامی افغان کے ہاتھوں شیخ خلیل الرحمان شہید ہوئے تھے۔انہوں نے یہ نہیں چاہا کہ میرے دوست کا نام میرے قاتل کے نام سے مشابہہ ہو' یہ شیخ عبدالعلیم قادری دہلی میں تحصیل علم کرتے رہے چونکہ لوہاری وطن تھا ماں باپ اور بہن وہیں مقیم تھے اس لئے لوہاری آنا جانا رہتا تھا۔ یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے دوستی ہوگئی تھی ایک بار لوہاری میں یہ مشہور ہوا کہ قصبہ جلال آباد (ضلع مظفر نگر) میں (جو لوہاری سے تین کوس [۷] کے فاصلے پر ہے) ایک بڑی قوی تاثیر والے بزرگ آئے ہوئے ہیں جس کی طرف دیکھ لیتے ہیں وہ بے خود ہو جاتا ہے کوئی ان کی توجہ کا متحمل نہیں ہو سکتا' شیخ عبدالعلیم قادری نے میاں جی نور محمد سے صلاح کی کہ ان بزرگ کی زیارت کے لئے جانا چاہیے۔ چنانچہ ایک دن مغرب کی نماز پڑھ کر دونوں روانہ ہوئے۔اور عشاء

سے پہلے جلال آباد پہنچ گئے۔ یہاں پر احسان علی شاہ اپنا حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے یہ سلسلہ آبادانیہ قادریہ میں بیعت واجازت رکھتے تھے اور پاک پتن کے رہنے والے تھے ان کے مرشد کا نام شاہ آبادانی سیالکوٹی تھا۔ نواب امجد علی خان ؒ شاہ انبالوی ان کے پیر بھائی تھے۔ انہوں نے توجہ ڈالی تو میاں جی مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے پھر دونوں حضرات جلال آباد جایا کرتے اور ان کے حلقہ میں بیٹھ کر توجہ لیتے۔ تو میاں جی نور محمد جھنجانوی نے ان سے بیعت بھی کرلی تھی۔ احسان علی شاہ صاحب کا مزار انبالہ میں ہے۔ ان کا انتقال اسی سال ہوا تھا جب حضرت سید احمد شہیدؒ کا قافلہ سہارنپور پہنچا۔ اس قافلہ میں شاہ عبدالحلیم قادری (ابن اخوند جان محمدؒ) اور شاہ عبدالرحیم فاطمی بھی شامل تھے۔ میاں جی نور محمد جھنجانویؒ نے احسان علی شاہؒ سے بیعت کرلی تھی مگر اجازت وخلافت نہیں ملی تھی اور اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ وہ شاہ عبدالعلیم (سکنہ حمید) کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے تھے، جنہیں احسان علی شاہ صاحبؒ نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں نواب امجد علی خان کی صحبت سے فیض حاصل کریں۔ اسی دوران احسان علی شاہ صاحبؒ کا انتقال ہوگیا تھا(۸) لیکن شاہ عبدالعلیم قادری نے ان سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی تھی۔(۹)

بہر حال میاں جی نور محمد جھنجانوی نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت سید عبدالرحیم فاطمی ولایتی شہیدؒ سے بیعت کی (جو اخوند جان محمدؒ (سکنہ حمید علاقہ چھچھ کے ساتھی تھے) اور خرقہ اجازت وخلافت حاصل کیا۔ حضرت شاہ عبدالباری چشتی امروہوی قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ۱۱/شعبان ۱۲۲۶ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۸۱۱ء کو ہوا اور ان کے فرزند اکبر حضرت شاہ رحمان بخش سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت تقریباً بیس سال تھی اور سلوک کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ شاہ عبدالباری کے ایک اور مرید ومجاز حضرت میراں شیخ حاتم علی تھے جو دہلی میں برسوں حضرت شاہ فخر الدین محبّ النبی نظامی دہلوی کی خانقاہ میں رہ کر علوم باطنی کی تحصیل کر چکے تھے یہاں سے طلبِ مزید آپ کو حضرت شاہ عبدالباری کی خدمت میں اور پھر سدا کے لئے اسی در کے ہوگئے۔ حتیٰ کہ انتقال کے بعد بھی اپنے ہادی ومرشد کے قدموں میں ابدی آسودگی کے مزے لے رہے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالباری نے اپنے فرزند کو ان کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ منازل سلوک کی تکمیل کرادیں۔ اس وقت تک حضرت سید عبدالرحیم ولایتی بھی خانقاہ میں موجود تھے، جب حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلی نے علَم جہاد بلند کیا تو ہندوستان بھر کی خانقاہوں کو مراسلہ بھیجا تھا کہ وہ جہاد میں شرکت کریں۔ حضرت شاہ رحمان بخش کی خانقاہ میں بھی یہ مراسلہ آیا۔ انہیں جہاد کی بڑی تمنا تھی اس لئے شہسواری اور شمشیر زنی بھی سیکھی تھی۔ کسرت بھی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے سید عبدالرحیم فاطمی (اخوند جان محمد کے ساتھی) کو خانقاہ کی طرف سے قافلہ مجاہدین میں شرکت کرنے کے لئے نامزد کیا۔ پانچ سو روپیہ کی ایک تھیلی، دوسرا بہت سا سامان اور اجناس اور مجاہدین کا ایک مختصر سا قافلہ لے کر حضرت عبدالرحیم ولایتیؒ روانہ ہوئے اور سہارنپور پہونچکر سید احمد بریلوی کے قافلہ میں شامل ہوگئے(۱۰) یہ ۱۸۲۸ کے آخر یا ۱۸۲۹ء کے آغاز کا واقعہ ہے وہاں سے یہ قافلہ طویل سفر کرتا ہوا۔ سرحدی علاقہ میں

پہونچا جس کی مکمل تفصیلات مولانا غلام رسول مہر کی کتاب 'سیرت احمد شہید' اور سرگزشت مجاہدین وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ آخر کار بالاکوٹ علاقہ پنجتار کے معرکہ میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶/ مئی ۱۸۳۱ء کو جہاد کرتے ہوئے حضرت سید احمد بریلویؒ کے ساتھ ہی شہید ہوگئے[۱۱]۔ اب ان کے مزار کا پتا بھی نہیں ملتا۔ مگر ان کا روحانی فیض آج تک عرب وعجم میں جاری ہے اور ۔ بعداز وفات تربتِ مادر زمین مجوی　در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست کی کھلی تفسیر ہے۔

بہر حال میاں جی نور محمد جھنجانویؒ نے ابتداء میں پیر احسان علی شاہ سے بیعت کی تھی اس کے بعد حضرت عبدالرحیم ولایتی (اخوند جان محمد صاحبؒ کے ساتھی) سے طریقہ چشتیہ صابریہ میں بیعت اور خلافت واجازت حاصل کی پھر حضرت سید احمد شہید بریلویؒ سے بیعت جہاد کی۔ غالباً اس سے پہلے بیعت طریقت بھی کی تھی، لیکن میاں جیؒ نے پھر ان کے خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے سب متوسلین کو طریقہ چشتیہ ہی میں بیعت فرمایا ہے۔ ''بیاض دلکشا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سال حضرت سید احمد شہیدؒ کا قافلہ لکھنو سے سہارنپور آیا ہے اس سال سے قبل چند سال قبل ہی میاں جی نور محمد جھنجانویؒ نے شیخ عبدالعلیم قادریؒ (صاحبزادہ اخوند جان محمد صاحبؒ) کے ساتھ پیر احسان علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی تھی۔ انہوں نے میاں جیؒ کو تو بیعت کرلیا تھا لیکن شیخ عبدالعلیم قادری کو جو تقریباً بیس سال تک حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ کی صحبت سے مستفید ہو چکے تھے۔ یہ کہہ کر بیعت نہیں کیا کہ ''تمہارا قلب تختہ زیر مشق کی طرح ہے، میرے لائق نہیں ہے یا تو میں تمام سابقہ نقشوں کو مٹادوں یا انہیں اپنے قاعدے کے مطابق درست کروں اور یہ دونوں کام دِقّت طلب ہیں'' لیکن شاہ عبدالعلیم پھر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کسب فیض کرتے رہے اور جو کچھ وہ اشغال بتاتے تھے انہیں بجالاتے رہے بالاخر ان سے بیعت ہوکر خلافت واجازت حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۸۰۸ء سے بہت بعد کا ہے۔ پیر احسان علی جلال آباد سے سہارنپور منتقل ہوگئے اور وہاں تین سال تک رہے۔ شیخ عبدالعلیم قادری (صاحبزادہ اخوند جان محمدؒ) لکھنو چلے گئے تھے اور جب سید صاحب کے قافلہ کے ساتھ سہارنپور آئے تو معلوم ہوا کہ انبالہ میں پیر احسان علی شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ میاں نور محمد جھنجانویؒ کو طلب صادق کشاں کشاں لئے لئے پھرتی تھی۔ اور آخر انہیں اپنا مقصود حضرت سید عبدالرحیم فاطمی شہیدؒ (اخوند جان محمدؒ کے ساتھ اور ہم سبقی سے حاصل ہوگیا[۱۲]۔ حضرت حاجی عبدالرحیم کی شخصیت اور ان کے روحانی کمالات معمولی درجے کے نہیں تھے۔ انہوں نے جس جذبے کے ساتھ راہ حق میں جہاد کیا اور حضرت سید صاحب کے ساتھ اپنی جان نچھاور کردی خود یہی بات ان کے فضل وکمال کی بہت بڑی نشانی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ ''مومن دہلوی مجھ سے فرماتے تھے ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھ رہے تھے تذکرہ اکابر آگیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا اب بھی کوئی ایسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا ''پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیے کا ایک شخص مسئلہ

دریافت کرنے آئے گا وہ مرد کامل ہے'' اور پھر موعودہ پر دیکھا کہ حضرت عبدالرحیم ولایتی چلے آرہے ہیں...... حضرت شیخ محمد تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک بار شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی پر توجہ ڈالی اور کچھ دیر بعد آنکھیں کھول کر فرمایا ''اللہ اکبر تمہاری نسبت میں بڑی فراخی ہے اور تم کو کچھ احتیاج اکتساب باقی نہیں رہی'' یہ کونسی نسبت تھی جس میں اتنی فراخی حضرت شاہ محمد اسحاق دھلویؒ نے معائنہ کی تھی؟

مفتی عزیز الرحمان بجنوری مولف تذکرہ مشائخ دیوبند نے ص ۲۹ پر یہ لکھا ہے ''بہر حال حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی اس زمانہ میں کاملین میں سے تھے۔ ان ہی سے حضرت میاں جیو صاحبؒ بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت ملا''

درّ فرید میں بیاضِ دلکشا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی اور اخوند جان محمد ایک ساتھ ہی تلاشِ مرشد میں نکلے تھے جب حضرت شاہ عبدالباریؒ نے اخون صاحب کو بیعت نہیں کیا اور انہیں شاہ غلام علی دھلویؒ کی خانقاہ میں جانے کا مشورہ دیا تو انہوں نے امروہہ سے غوث گڑھ جاکر نواب ضابطہ خان کی ملازمت اختیار کرلی (۱۳)۔ اس وقت اخون جی لوہاری جاکر بس گئے۔ اور پھر آپ نے وہیں نکاح کیا اور دہلی میں حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ سے طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

ان سب تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں بزرگ (یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ اور اخوند جان محمدؒ) ۱۲۰۱ھ کے بعد امروہہ میں حضرت شیخ عبدالباریؒ کی خدمت میں پہنچے ہوں گے۔ ان کا وصال ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں ہوا ہے۔ اس حساب سے وہ بیعت کرنے کے بعد کئی سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ اور انکے انتقال کے سولہ سال بعد تک بھی خانقاہ میں موجود تھے اور یہاں سے نامزد ہوکر جہاد میں گئے تھے۔ اگر انہوں نے سہارنپور جاکر سید احمد شہیدؒ سے بیعت طریقت کر کے خلاف واجازت حاصل کی تھی تو وہاں سے براہ راست بالاکوٹ علاقہ پنجتار کیلئے روانہ ہوچکے تھے۔ جہاں سے بالآخر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور اس مدت میں کسی کو بیعت کر کے خلافت سے مشرف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ افضل ترین عبادت یعنی جہاد کا مرحلہ سامنے تھا جس کے آگے اوراد و اشغال باطنی سب ہیچ ہیں۔ پھر یہ کہ میاں جی نور محمد جھنجانویؒ حضرت سید احمدؒ کے ہم عصر تھے۔ دونوں ایک ہی سن میں پیدا ہوئے تھے۔ میاں جیؒ نے سید صاحبؒ سے بیعت جہاد بھی کی تھی۔ اس سے پہلے وہ ان سے بیعت طریقت کرچکے تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے چشتی صابری نسبت اور اعمال و اشغال اپنے پیر و مرشد میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ سے اور انہوں نے اپنے مرشد حاجی عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ (اخوند جان محمد کے ساتھی) سے اور انہوں نے مصدر فیض جاری حضرت خواجہ عبدالباری چشتیؒ سے حاصل کئے۔